OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 www.arjish.com ISSN (PRINT): 2707-1200
DOI: https://doi.org/10.53575/u1.v6.01(22)1-12

بیع پر تقیید بالشرط، تعلیق علی الشرط اور اضافت الی المستقبل کے اثرات ؤفقہاء کے مسالک کا تقابلی جائزہ

Impact of Stipulations, Contingency and Deferment to Future on Sale; Comparative Analysis of Jurists' Schools of Thought

Muhammad Ahmad Khan
Research Scholar, Sheikh Zayed Islamic Center, Faculty of Islamic Studies, University of Karachi.
Email: m.ahmad0282@gmail.com

Dr. Abida Parveen
Associate Professor, Sheikh Zayed Islamic Center, University of Karachi.

Received on: 03-01-2022 Accepted on: 04-02-2022

Abstract

Islamic Shariah has clearly described the outcomes of various financial transactions. If contracting parties perceive these outcomes sufficient for their need, they don't stipulate any condition in the contract. However sometimes it is recognized by the contractors that one or more conditions should be stipulated in the contract to safeguard their rights or give some extra benefits to anyone or both of them. In some cases it is intended by the contractors to make a contract contingent upon an uncertain future event or defer its effectiveness till a future date. In contemporary world numerous types of conditions are stipulated in various financial contracts. Also several transactions involve contingency or deferment of different financial contracts. There is a possibility that stipulation, contingency and deferment may lead to conflict, exploitation and undue loss to any party. To prevent these consequences, Islamic Shariah has defined the parameters for stipulation in various contracts. Guidelines regarding contingency and deferment of contracts have also been described in Islamic Jurisprudence. Sale is the most common financial contract executed worldwide for business and personal needs. This article presents an analysis of stipulation of conditions in sale as well as making it contingent and deferred in light of Islamic Jurisprudence. Opinions of jurists of four Schools of thought about these issues have also been discussed, analyzed and compared in this article.

Keywords: Shariah, Sale, Stipulation, Contingency, Deferment

تمہید

مقاصدِ شریعت (Objectives of Shariah) میں سے ایک اہم مقصد حفظِ مال ہے۔ کسی کا مال باطل طریقے سے کھانے کے اللہ

تبارک وتعالیٰ نے صریح ممانعت فرمائی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ".[1] "اور تم آپس میں ناجائز طور پر ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ"۔مال کی حفاظت کی خاطر شریعت اسلامی میں بعض معاملات جیسے سود، قمار اور رشوت وغیرہ کو تو بالکل حرام قرار دیا گیا ہے۔ جن معاملات کی اجازت دی گئی ہے ان کے حوالے سے بھی ایسی حدود بیان کی گئی ہیں کہ کسی عاقد کی حق تلفی اور استحصال (Exploitation) نہ ہو سکے۔

جائز مالی معاملات میں استحصال کی عمومی صورت یہ ہوتی ہے کہ عقد (Contract) میں کوئی اضافی شرط عائد کر دی جاتی ہے، جس کا نتیجہ کسی عاقد (Contractor) کا مالی نقصان ہوتا ہے۔البتہ بسا اوقات کسی عاقد کے نقصان سے بچنے کے لیے کوئی اضافی شرط لگانا بھی ناگزیر ہوتا ہے۔عقد میں عاقدین کی طرف سے کوئی اضافی شرط لگانا تقیید بالشرط (Stipulation of condition) کہلاتا ہے۔بسا اوقات کوئی اضافی شرط عائد کرنے کے بجائے خود عقد کو ہی کسی غیر یقینی واقعہ پر معلق یعنی موقوف کر دیا جاتا ہے جسے تعلیق علی الشرط کہا جاتا ہے۔اسی طرح کبھی عقد کے حکم کو کسی مستقبل کی تاریخ تک مؤخر کر دیا جاتا ہے جسے اضافت الی المستقبل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تقیید بالشرط، تعلیق علی الشرط اور اضافت الی المستقبل میں باہم فرق یہ ہے کہ تقیید کی صورت میں عقد (Contract) فوری طور پر منعقد ہو جاتا ہے، لیکن عاقدین میں سے کسی ایک یا دونوں پر کوئی اضافی پابندیاں لازم ہو جاتی ہیں۔اضافت الی المستقبل میں بھی عقد فوری طور پر منعقد ہو جاتا ہے، لیکن اس کا حکم مستقبل کی کسی تاریخ تک مؤخر (Postpone) ہو جاتا ہے۔ تعلیق علی الشرط کی صورت میں عقد کا انعقاد ہی مستقبل کے کسی واقعے پر موقوف (Contingent) ہو جاتا ہے اور جب تک وہ واقعہ رونما نہ ہو اس عقد کو منعقد قرار نہیں دیا جاتا۔[2]

مالی معاملات (Financial Contracts) میں سب سے اہم اور وسیع پیمانے پر انجام دیا جانے والا معاملہ عقدِ بیع (Sale) ہے، جس سے تقریباً ہر عاقل بالغ شخص کو اپنی روزمرہ زندگی میں سابقہ پڑتا ہے۔ ذاتی ضرورت کے علاوہ تجارت اور کاروبار میں بھی سب سے زیادہ یہی عقد انجام دیا جاتا ہے۔اس تحقیق میں بیع میں مختلف قسم کی شرائط عائد کرنے کے شرعی احکام کا فقہاء کرام کی آراء کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے، نیز بیع کی تعلیق علی الشرط اور اضافت الی المستقبل کی شرعی حیثیت کے حوالے سے بھی مسالک فقہاء کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

بیع پر تقیید بالشرط کے اثرات

بیع میں لگائی جانے والی بعض شرائط کی شرعی حیثیت کے بارے میں فقہاء کرام کا اتفاق ہے، جبکہ بعض شرائط کے بارے میں ان کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔اس حوالے سے فقہاء کرام کے مسالک کی تفصیل حسب ذیل ہے:

احناف کا مسلک

فقہ حنفی کے مطابق بیع میں لگائی جانے والی شرائط کی بنیادی طور پر تین اقسام ہیں۔

1- پہلی قسم وہ شرائط ہیں جن کی وجہ سے عقدِ بیع فاسد نہیں ہوتا، نیز ان کی پابندی بھی عاقدین پر لازم ہوتی ہے۔ان شرائط کو شرطِ صحیح (Valid Condition) کہا جاتا ہے۔یہ شرائط حسب ذیل ہیں:

i. وہ شرائط جن کا خود عقد تقاضا (Implicate) کرتا ہو یعنی اگر ان شرائط کو طے نہ بھی کیا جائے تب بھی ان کی پابندی عاقدین پر لازم ہو، جیسے خریدار کا مالک بننے کی شرط یا قیمت کی وصولی تک مبیع کو روک کر رکھنے کی شرط۔

ii. وہ شرائط جن کا عقد تقاضا تو نہ کرتا ہو، لیکن وہ عقد کے ساتھ ملائم اور مناسب ہوں یعنی عقد کے کسی تقاضے کی تاکید اور تائید کا سبب ہوں جیسے بیع مؤجل (Credit Sale) میں رہن (Mortgage) یا کفیل (Guarantor) کی شرط۔

iii. وہ شرائط جن پر عرف (Customary Practice) قائم ہو چکا ہو جیسے جوتے میں تسمہ لگا کر دینے کی شرط یا مخصوص مدت تک گارنٹی یا وارنٹی کی شرط۔

iv. وہ شرائط جن کا جواز منصوص ہو، جیسے خیار شرط یعنی کسی ایک عاقد یا دونوں کو مقررہ مدت کے اندر بیع کے فسخ کرنے کا اختیار ہونے کی شرط۔[3]

2- دوسری قسم کی شرائط وہ ہیں جو شرط صحیح کی درج بالا چار اقسام کے علاوہ ہوں اور ان میں عاقدین یا مبیع یا کسی اجنبی کا کوئی نفع نہ ہو مثلاً یہ شرط کہ خریدار اس چیز کو آگے فروخت نہیں کرے گا یا خریدار خریدے ہوئے کپڑے کو جلا ڈالے گا۔ ایسی شرائط کو شرطِ لغو کہا جاتا ہے۔ ان شرائط کا حکم یہ ہے کہ ان کی وجہ سے عقد تو فاسد نہیں ہوتا البتہ یہ شرائط خود باطل اور کالعدم ہو جاتی ہیں اور عاقدین پر ان کی پابندی لازم نہیں ہوتی۔[4] علامہ علاءالدین کاسانی حنفی رحمہ اللہ شرط لغو کے کالعدم ہونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس میں کسی کی کوئی منفعت نہیں ہے، چنانچہ یہ خود باطل ہو جائے گی اور عقد درست ہو جائے گا۔[5]

3- تیسری قسم کی شرائط وہ ہیں جو شرط صحیح کی درج بالا چار اقسام کے علاوہ ہوں اور ان میں عاقدین (Contractors) یا مبیع (Subject matter of sale) یا کسی اجنبی کا کوئی نفع بھی پایا جاتا ہو جیسے گھر بیچتے ہوئے یہ شرط لگائی جائے کہ بائع (Seller) اس میں ایک مہینہ رہے گا۔ اس قسم کی شرائط شرطِ مفسد یا شرطِ فاسد کہلاتی ہیں اور ان کی وجہ سے عقدِ بیع فاسد ہو جاتا ہے۔[6] شرطِ مفسد کی تعریف کرتے ہوئے شیخ مصطفیٰ احمد الزرقا حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

واما الشرط المفسد فالمراد به كل شرط فيه نفع لاحد المتبايعين اذا لم يكن الشرط قد ورد به الشرع او جرى به العرف او يقتضيه العقد او يلائمه[7]. اور شرطِ مفسد سے مراد ہر وہ شرط ہے جس میں کسی ایک عاقد کا نفع ہو جبکہ نہ اس شرط کا جواز شریعت سے ثابت ہو، نہ اس کا عرف ہو، نہ اس کا عقد تقاضا کرتا ہو اور نہ ہی وہ اس کے ملائم ہو۔

مالکیہ کا مسلک

مالکی مسلک کے مطابق بھی بیع میں لگائی جانے والی شرائط کی بنیادی طور پر تین اقسام ہیں:

1- پہلی قسم وہ شرائط ہیں جو مقتضیٰ عقد کے مطابق یا اس کے ملائم اور مناسب ہوں جیسے خریدار کے لیے مبیع اور فروخت کنندہ کے لیے قیمت کی وصولی کی شرط یا جیسے خریدار کے ذمہ قیمت کی ادائیگی تک کوئی چیز رہن رکھوانے یا کفیل مہیا کرنے کی شرط۔ اس قسم کی شرائط کا حکم یہ ہے کہ یہ صحیح اور لازم ہیں اور عاقدین پر ان کی پابندی ضروری ہے۔

2- دوسری قسم وہ شرائط ہیں جن کی وجہ سے ثمن کی مقدار میں مجہول اضافہ یا کمی لازم آتی ہو جیسے بائع (Seller) کے ذمہ قرض دینے کی شرط یا یہ شرط لگائی جائے کہ بائع جب بھی خریدار کو ثمن (Price) واپس کرے گا تو وہ اسے مبیع (Subject matter of sale) لوٹانے کا پابند ہو گا، جسے مالکی حضرات کے ہاں بیعِ ثُنیا کا نام دیا جاتا ہے یا اس کے علاوہ کوئی بھی ایسی شرط جو عقد کے تقاضوں کے منافی ہو جیسے یہ شرط کہ خریدار مبیع میں کوئی تصرف نہیں کرے گا، تو اس قسم کی تمام شرائط شرائطِ فاسدہ ہیں جن کا عقدِ بیع میں طے کرنا ناجائز ہے۔ اگر اس قسم کی کوئی شرط عقدِ بیع میں طے کی گئی تو عقدِ بیع باطل ہو جائے گا، البتہ اگر اس کی تنفیذ سے پہلے عاقدین (Contractors) اسے لغو قرار دینے پر متفق ہو گئے تو عقد درست ہو جائے گا۔

3- تیسری قسم وہ شرائط ہیں جو ان دونوں قسم کی شرائط کے علاوہ ہوں جیسے فروخت کنندہ کے لیے بیع کے بعد ایک ماہ فروخت کردہ گھر میں رہنے کی شرط یا فروخت کنندہ کے ذمہ خریدے گئے کپڑے کو سی کر دینے کی شرط۔ اس قسم کی شرائط بھی جائز ہیں اور ان کی پابندی عاقدین پر لازم ہے بشرطیکہ وہ غرر (Uncertainty) اور جہالت (Unknownness) کو متضمن نہ ہوں۔[8] علامہ دردیر مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اعلم أن الشرط الذي يحصل عند البيع إما أن لا يقتضيه العقد وينافي المقصود منه أو يخل بالثمن أو يقتضيه العقد أو لا يقتضيه ولا ينافيه فالمضر الأولان دون الأخيرين .[9] جان لو کہ وہ شرط جو بیع کے وقت لگائی جائے یا تو عقد اس کا تقاضا نہیں کرتا ہو گا اور وہ عقد کے مقصود کے منافی ہو گی اور یا وہ ثمن میں خلل پیدا کرنے والی ہو گی اور یا عقد اس کا تقاضا کرتا ہو گا اور یا نہ تقاضا کرتا ہو گا اور نہ وہ عقد کے منافی ہو گی، پس (عقد بیع) کے لیے پہلی دو قسمیں نقصان دہ ہیں نہ کہ آخری دو۔

شوافع کا مسلک

حضرات شوافع رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیع میں لگائی جانے والی شرائط کی پانچ اقسام ہیں:

1- پہلی قسم یہ ہے کہ ایسی شرط لگائی جائے جو خود عقد کا بھی مقتضیٰ ہو جیسے مبیع سپرد کرنے کی شرط یا عیب کی وجہ سے رد کرنے کی شرط۔ ایسی شرط لگانا جائز ہے اور اس سے بالاتفاق عقد باطل نہیں ہوتا۔ ایسی شرائط درحقیقت عاقدین پر کوئی نئی پابندی عائد ہونے کا سبب نہیں بنتیں، بلکہ عقد کے تقاضوں کی تاکید اور پختگی کا فائدہ دیتی ہیں، چنانچہ ان شرائط کی پاسداری بہر حال لازم ہے۔

2- دوسری قسم کی شرائط وہ ہیں جن کا عقد تقاضا تو نہیں کرتا، لیکن ان میں کسی عاقد کی مصلحت کی رعایت ہو، جیسے تین دن تک خیارِ شرط یا رہن (Mortgage) یا کفالت (Guarantee) کی شرط وغیرہ۔ ایسی شرائط کی وجہ سے بھی بالاتفاق عقد باطل نہیں ہوتا، نیز ان کی پابندی بھی لازم ہے۔

3- تیسری قسم میں وہ شرائط داخل ہیں جن کے ساتھ کسی عاقد کی کوئی ایسی غرض متعلق نہ ہو جس کی وجہ سے نزاع پیدا ہو سکتا ہو جیسے غلام کی بیع میں یہ شرط لگائی جائے کہ وہ صرف فلاں مخصوص کھانا کھائے گا یا فلاں مخصوص کپڑا پہنے گا۔ حضرات شوافع رحمہم اللہ کے ہاں اس

قسم کی شرائط کے حوالے سے اگرچہ کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن امام غزالی اور امام الحرمین رحمہااللہ تعالیٰ نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ ایسی شرط بذات خود لغو اور کالعدم ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے عقد باطل نہ ہو گا۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو شوافع کا مذہب قرار دیا ہے۔

4- چوتھی قسم یہ ہے کہ غلام یا باندی کی بیع میں یہ شرط لگائی جائے کہ خریدار اسے آزاد کرے گا۔ اس شرط کے حوالے سے بھی شافعی مسلک میں متعدد اقوال پائے جاتے ہیں، راجح قول یہی ہے کہ ایسی شرط لگانا درست ہے اور اس کی پابندی لازم ہے، نیز اس کی وجہ سے عقد کی صحت پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

5- پانچویں قسم میں وہ تمام شرائط داخل ہیں جو درج بالا چاروں اقسام کے علاوہ ہوں اور مقتضیٰ عقد کے خلاف ہوں جیسے کوئی چیز اس شرط پر بیچنا کہ خریدار اس چیز کو استعمال نہیں کرے گا یا آگے کسی کو فروخت نہیں کرے گا وغیرہ۔ عقد میں ایسی ایک شرط لگائی جائے یا ایک سے زیادہ، بہر حال اس کی وجہ سے عقد باطل ہو جائے گا۔[10]

حنابلہ کا مسلک

فقہ حنبلی کے مطابق بیع میں لگائی گئی شرط کی ابتداءً دو قسمیں ہیں:

1- صحیح اور لازم شرائط

2- فاسد شرائط

صحیح اور لازم شرائط کی اقسام

صحیح اور لازم شرائط کی تین اقسام ہیں:

1- پہلی قسم وہ شرائط ہیں جن کا خود عقد تقاضا کرتا ہو جیسے مبیع سپرد کرنے کی شرط یا عاقدین (Contractors) میں سے ہر ایک کو حاصل ہونے والے عوض میں تصرف کے اختیار کی شرط یا عیب کی وجہ سے رد کرنے کی شرط وغیرہ۔

2- دوسری قسم وہ شرائط ہیں جن کا عقد تقاضا تو نہیں کرتا، لیکن ان میں کسی عاقد کی مصلحت کی رعایت ہو، جیسے ثمن (Price) یا مبیع (Subject matter of sale) میں کسی مخصوص صفت کی شرط یا رہن (Mortgage) یا کفالت (Guarantee) کی شرط وغیرہ۔

3- تیسری قسم وہ شرائط ہیں جن میں فروخت کنندہ (Seller) یا خریدار (Buyer) کے لیے کوئی معلوم منفعت طے کی گئی ہو، جیسے فروخت کیے جانے والے گھر یا سواری کو ایک مقررہ مدت تک فروخت کنندہ کے استعمال کرنے کی شرط یا فروخت کنندہ کے ذمہ بیچا ہوا سامان کسی معلوم مقام تک پہنچانے کی شرط وغیرہ۔ البتہ اس قسم کی شرائط اگر ایک سے زیادہ طے کی گئیں تو جائز نہیں اور بیع باطل ہو جائے گی۔

فاسد شرائط کی اقسام

فاسد شرائط کی دو اقسام ہیں:

1- پہلی قسم وہ شرائط ہیں کہ بیع میں دوسری بیع یا قرض یا اجارہ کی شرط لگائی جائے۔ اس قسم کی شرائط کی وجہ سے عقدِ بیع باطل ہو جائے گا کیونکہ یہ ایک سودے میں دو سودے کرنے کی صورت ہے جس کی احادیث میں ممانعت آئی ہے اور ممانعت کا تقاضا یہ ہے کہ عقد باطل ہو جائے۔

2- دوسری قسم وہ شرائط ہیں جو بیع کے تقاضوں کے منافی ہوں مثلاً یہ کہ خریدار مبیع کو آگے فروخت نہیں کرے گا یا کسی کو ہبہ (Gift) نہیں کرے گا یا اسے وقف کر دے گا وغیرہ۔ اس قسم کی شرائط از خود باطل ہو جائیں گی لیکن ان کی وجہ سے عقدِ بیع باطل نہیں ہو گا۔[11]

راجح قول

درج بالا اقوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کرام کے درمیان اصل نکتۂ اختلاف وہ شرط ہے جس میں عاقدین یا مبیع یا کسی اجنبی کی منفعت ہو، البتہ وہ عقد کے کسی تقاضے کے منافی نہ ہو۔ ایسی شرط لگانا شوافع کے ہاں مطلقاً ناجائز ہے، جبکہ احناف کے نزدیک اگر اس پر عرف قائم ہو تو جائز ورنہ ناجائز ہے۔ مالکیہ کے ہاں ایسی شرط اصولی طور پر جائز ہے، البتہ اگر وہ غرر یا جہالت کو متضمن ہو تو جائز نہیں۔ حنابلہ کے ہاں بھی ایسی شرط اصولی طور پر جائز ہے بشرطیکہ ایک سے زائد شرط نہ طے کی جائے، نیز وہ غرر اور جہالت کو بھی متضمن نہ ہو۔

اس شرط کے عدم جواز پر احناف اور شوافع کا استدلال حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے:

أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع وشرط.[12]

نبی اکرم ﷺ نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث شریف میں بیع کے ساتھ شرط لگانے کی ممانعت ہے تو شوافع حضرات تو اس کی وجہ سے مطلقاً شرط سے منع کرتے ہیں، جبکہ احناف کے نزدیک اس حدیث میں بیان کی گئی ممانعت کی دو علتیں (Causes) ہیں۔ علامہ علاء الدین کاسانی حنفی رحمہ اللہ نے بدائع الصنائع میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ شرط فاسد ربا یعنی سود کو متضمن ہوتی ہے، کیونکہ یہ ایک ایسی اضافی منفعت ہوتی ہے جس کے مقابل کوئی عوض نہیں ہوتا اور یہی ربا کا مفہوم ہے۔[13] جبکہ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ نے عدم جواز کی علت یہ ذکر فرمائی ہے کہ شرطِ فاسد مُفْضِی الی النزاع یعنی نزاع کا باعث (Leading to Conflict) ہوتی ہے، حالانکہ عقد کا مقصد نزاع کا ختم کرنا ہے تو عقد کے مقصود کے خلاف ہونے کی وجہ سے ایسی شرط کا طے کرنا ناجائز ہے۔[14] علامہ کاسانی رحمہ اللہ کی بیان کردہ علت پر درج ذیل دو اعتراضات کیے گئے ہیں:

1. شرطِ فاسد کو ربا قرار دینا اس لیے درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ مثلاً اگر یہ شرط مشتری کی جانب سے لگائی جائے تو یہ مبیع کا حصہ سمجھی جائے گی اور اس کے مقابل ثمن کا کچھ حصہ آجائے گا اور اگر یہ بائع کی جانب سے لگائی جائے تو یہ ثمن کا حصہ سمجھی جائے گی اور اس کے

مقابل مبیع ایک حصہ آجائے گا۔ بہر حال دونوں صورتوں میں عوض سے خالی زیادتی نہیں پائی جائے گی کہ اسے ربا قرار دیا جاسکے۔

2. فقہاء احناف کے نزدیک اگر کسی شرط فاسد پر عرف قائم ہو جائے تو اس کا طے کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ اگر عدم جواز کی علت ربا ہوتی تو عرف کی وجہ سے وہ جائز نہ ہوتی، کیونکہ ربا عرف کی وجہ سے جائز نہیں ہوتا۔[15]

ان دونوں اشکالات کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ جب بیع میں عاقدین ثمن کو ہی مبیع کا عوض قرار دیتے ہیں تو اصولی طور پر کوئی وجہ نہیں کہ شرط کے مقابلے میں مبیع یا ثمن کا کچھ حصہ سمجھا جائے، چنانچہ شرط واقعی ایک ایسی منفعت سمجھی جائے گی جس کے مقابل کوئی عوض موجود نہیں، البتہ جب اس شرط پر عرف قائم ہو جائے اور اس کی پابندی عرف میں لازم سمجھی جانے لگے تو اب اس کے مقابل مبیع یا ثمن کا کچھ حصہ قرار دیا جاسکتا ہے اور جب اس کے مقابل کچھ عوض آگیا تو یہ ربا کے حکم سے نکل جائے گی۔ حاصل یہ کہ عرف کی وجہ سے اس شرط کے مقابل کوئی عوض قرار دینا درست ہو جائے گا، چنانچہ اب یہ ربا کے حکم میں بھی نہ ہو گی، نہ یہ کہ اسے کسی عوض سے خالی ہی رکھتے ہوئے محض عرف کی بناء پر جائز قرار دے دیا جائے گا۔

مالکی اور حنبلی حضرات اس شرط کے جواز پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس انہوں نے سفر میں نبی اکرم ﷺ کو اپنا اونٹ فروخت کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اسی حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

واستثنيت عليه حملانه إلى أهلي.[16]

اور میں نے اس اونٹ پر اپنے اہل تک سواری کی شرط لگائی۔

تو اس حدیث شریف کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے بیع کی اور اس میں اپنے لیے ایک معلوم منفعت کی شرط لگائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع میں ایسی شرط لگانا جائز ہے۔ البتہ اس قسم کی ایک سے زائد شرائط کے عدم جواز پر حنابلہ حضرات درج ذیل حدیثِ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے استدلال کرتے ہیں:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل سلف وبيع، ولا شرطان في بيع.[17]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حلال نہیں ہے قرض اور بیع اور نہ بیع میں دو شرطیں۔

اس حدیث شریف میں چونکہ بیع میں دو شرطیں لگانے سے منع کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ ایک سے زائد شرائط کا طے کرنا جائز نہیں۔

فقہاء کرام کے ان اقوال میں احناف کا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ مالکی اور حنبلی فقہاء کرام کے قول کے مقابلہ میں اس قول کی وجہ ترجیح یہ ہے کہ اس قول کے مطابق اس باب کی تمام احادیث پر عمل ہو رہا ہے اور ظاہر ہے کہ تمام احادیث پر عمل بعض پر عمل کرنے اور بعض کو چھوڑنے سے بہتر ہے، جبکہ مالکی حضرات کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی درج بالا دونوں احادیث، جبکہ حنبلی حضرات کے نزدیک ان کی پہلی حدیث پر عمل نہیں ہو رہا۔

درج بالا حدیثِ جابر رضی اللہ سے مالکی اور حنبلی حضرات کے استدلال کے احناف کی طرف سے دو جواب دیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث

شریف مختلف الفاظ سے روایت کی گئی ہے۔ بعض الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ نے اس اونٹ پر سواری کی شرط لگائی تھی، جبکہ بعض دیگر روایات میں بالکل صراحت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو اونٹ فروخت کرنے کے بعد اس سے اتر پڑے اور آپ ﷺ نے جب متعدد بار اس پر سوار ہونے کو کہا تو تب سوار ہوئے۔[18] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع میں سواری کی شرط نہیں لگائی گئی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے جود و سخاوت اور اخلاق کریمانہ کا ہر وقت مشاہدہ فرماتے رہتے تھے، چنانچہ بظاہر یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ اندیشہ ہو کہ رسول اللہ انہیں سفر میں بغیر سواری کے چھوڑ دیں گے اور انہیں سواری کی شرط لگانے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ اس لیے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیع میں ایسی کوئی شرط نہیں لگائی گئی تھی، البتہ چونکہ بیع کے فورا بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے اونٹ پر سوار ہو گئے تھے تو بعض راویوں نے اسے یوں تعبیر کر دیا کہ بیع میں سواری کی شرط لگائی گئی تھی۔ احناف کی طرف سے حدیث جابر رضی اللہ عنہ کا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ درحقیقت اس واقعہ میں نبی اکرم ﷺ حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر احسان کرنا چاہتے تھے اور حقیقت میں کوئی بیع مقصود ہی نہیں تھی۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ سفر ختم ہونے پر جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس اونٹ لے کر آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اونٹ کی قیمت دینے کے ساتھ اونٹ بھی واپس لوٹا دیا۔[19]

شوافع حضرات کے مقابلہ میں احناف کے قول کی وجہ ترجیح یہ ہے کہ شوافع کے نزدیک عرف کا کسی شرط کے جائز ہونے میں کوئی دخل نہیں، چنانچہ ان کے نزدیک ایسی وہ شرائط بھی ناجائز ہیں جن پر عرف اور تعامل قائم ہو چکا ہے۔ اس صورت میں امت کا حرج میں مبتلا ہونا لازم آتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں احناف کے نزدیک اگر کسی شرط پر عرف قائم ہو جائے تو اس کا لگانا جائز ہو جاتا ہے، جیسا کہ ماقبل میں اس کی تفصیل بیان کی گئی۔ علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

في نزع الناس عن عاداتهم حرج.[20]

لوگوں کو ان کی عادات سے ہٹانے میں حرج ہے۔

اور شریعت میں چونکہ حرج ہٹا دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ"[21] اور اس نے تم پر دین میں تنگی نہیں رکھی۔

چنانچہ شوافع کے مقابلہ میں احناف کا قول شریعت کے عمومی اصولوں کے زیادہ موافق ہونے کی وجہ سے راجح معلوم ہوتا ہے۔

بیع پر تعلیق علی الشرط کے اثرات

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیع کا کسی شرط پر معلق کرنا جائز نہیں اور بیع معلق باطل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیع میں تملیک پائی جاتی ہے اور تملیک کو مستقبل کے کسی غیر یقینی واقعے پر موقوف کرنا شرعاً جائز نہیں، کیونکہ اس میں غرر (Uncertainty) کا پہلو پایا جاتا ہے، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ بیع کے جواز کے لیے ضروری ہے کہ عاقدین کی یقینی

رضامندی پائی جائے تاکہ کسی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر نہ ہتھیایا جاسکے، جبکہ تعلیق کی صورت میں رضامندی کا پایا جانا یقینی نہیں ہوتا[22]۔

موسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ میں ہے:

لا يجوز في الجملة تعليق البيع على الشرط بالاتفاق ، وذلك لأن البيع فيه انتقال للملك من طرف إلى طرف ، وانتقال الأملاك إنما يعتمد الرضا ، والرضا يعتمد الجزم ، ولا جزم مع التعليق .[23]

بیع کو کسی شرط پر معلق کرنا بالاتفاق جائز نہیں، کیونکہ بیع میں ملکیت کا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف انتقال پایا جاتا ہے اور املاک کے انتقال (کا جواز) رضامندی پر موقوف ہے، حالانکہ رضامندی تو پکے ارادے پر موقوف ہوتی ہے، جبکہ تعلیق کے ساتھ پکا ارادہ نہیں پایا جا سکتا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وجملة ما لا يصح تعليقه بالشرط ويبطل بالشروط الفاسدة ثلاثة عشر: البيع الخ.[24]

اور ان عقود کا مجموعہ جن کی شرط کے ساتھ تعلیق درست نہیں اور شروطِ فاسدہ کی وجہ سے وہ فاسد ہو جاتے ہیں تیرہ ہیں یعنی بیع الخ

علامہ منصور بن یونس بہوتی حنبلی (المتوفی 1051ھ) فرماتے ہیں کہ شروطِ فاسدہ کی تیسری قسم یہ ہے کہ بائع کسی شرط پر بیع کو معلق کر دے جیسے میں نے یہ چیز تمہیں بیچ دی اگر تم فلاں چیز لے کر آئے۔ پھر اس کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ بیع کا تقاضا یہ کہ فوری طور پر انتقالِ ملکیت (Transfer of ownership) ہو جائے ، جبکہ یہ شرط جس پر بیع کو معلق کیا گیا ہے وہ اس سے مانع ہے۔[25]

امام شہاب الدین قرافی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی 684ھ) بیع کی تعلیق درست نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ملکیت کے انتقال کا مدار رضامندی پر ہے اور رضامندی تو جزم یعنی یقین کے ساتھ ہوتی ہے، جبکہ جس شرط پر بیع کو معلق کیا جائے اس کا پایا جانا یقینی نہیں۔[26]

امام بدرالدین زرکشی شافعی (المتوفی 794ھ) لکھتے ہیں:

ما كان تمليكا محضا، (لا يدخل التعليق) فيه قطعا كالبيع لقوله صلى الله عليه وسلم «لا يحل مال امرئ مسلم إلا عن طيب نفس منه» ولا يتحقق طيب النفس عند الشرط.[27]

جو معاملہ تملیک محض ہو اس کی تعلیق قطعاً جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں" اور شرط (پر تعلیق) کے ساتھ رضامندی متحقق نہیں ہو سکتی۔

بیع پر اضافت الی المستقبل کے اثرات

کسی عقد کی اضافت الی المستقبل کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ عقد جس میں تملیک (مالک بنانا) کا پہلو پایا جائے اور فوری طور پر تملیک

ممکن ہو اس عقد کی مستقبل کی طرف اضافت شرعا جائز نہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أن الإضافة تصح فيما لا يمكن تمليكه للحال وفيما كان من الإطلاقات والإسقاطات والالتزامات والولايات، ولا تصح في كل ما أمكن تمليكه للحال.[28]

اضافت اس عقد کی درست ہے جس میں فی الحال تملیک ممکن نہ ہو اور اس عقد میں (درست ہے) جو اطلاقات یا اسقاطات یا التزامات یا ولایات میں سے ہو اور ہر اس عقد میں درست نہیں جس میں فی الحال تملیک ممکن ہو۔

عقد بیع میں بھی تملیک پائی جاتی ہے، نیز تملیک کا فوری نفاذ بھی ممکن ہے، چنانچہ فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع کی اضافت الی المستقبل شرعا جائز نہیں اور ایسی بیع منعقد نہ ہو گی۔

موسوعۃ فقھیۃ کویتیۃ میں ہے:

اتفق الفقهاء على أن عقود البيع ، والنكاح ، والصلح على مال ، والرجعة ، والقسمة لا تقبل الإضافة إلى المستقبل.[29]

فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع، نکاح، مال پر صلح، رجوع اور تقسیم کے عقود اضافت الی المستقبل کو قبول نہیں کرتے۔

علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

أن البيع لما لم يجز إضافته لا يجوز إضافة فسخه أيضا إلى الزمان وهو الإقالة، لأنه معتبر به.[30]

جب بیع کی اضافت جائز نہیں تو اس کے فسخ کی بھی کسی وقت کی طرف اضافت جائز نہیں اور وہ اقالہ کیونکہ اسے (اقالہ) کو اسی (بیع) پر قیاس کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی (المتوفی: 682ھ) فرماتے ہیں:

(الثالث أن يشترط شرطاً يعلق البيع كقوله بعتك إن جئتني بكذا أو أن رضي فلان) فلا يصح البيع لأنه علق البيع على شرط مستقبل فلم يصح كما إذا قال: بعتك إذا جاء رأس الشهر.[31]

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی شرط پر بیع کو معلق کرے جیسے یہ کہے کہ میں نے تمہیں (فلاں چیز) بیچ دی اگر میرے پاس فلاں چیز لے کر آئے یا فلاں راضی ہو گیا تو بیع صحیح نہ ہو گی کیونکہ اس نے بیع کو مستقبل کی ایک شرط پر معلق کیا ہے تو وہ صحیح نہ ہو گی جیسے یہ کہے کہ میں نے تمہیں اگلے مہینے کی ابتداء سے (فلاں چیز) بیچ دی۔

نتائج بحث

بیع میں لگائی جانے والی درج ذیل تین قسم کی شرائط کے بارے میں فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ ان کا لگانا جائز ہے اور ان کی پابندی عاقدین پر لازم ہے:

1- ایسی شرط جس کا جواز منصوص ہو۔

2- ایسی شرط جس کا خود عقدِ بیع تقاضا کرتا ہو۔

3- ایسی شرط جو عقدِ بیع کے ملائم ہو یعنی اس کے احکام کی تاکید کا سبب ہو۔

ان قسم کی شرائط کے علاوہ دیگر شرائط کے حوالے سے فقہاء کرام کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ اگر اس شرط کے طے کرنے کا عرف پایا جاتا ہو تو اس کی عقدِ بیع میں شرط لگانی جائز ہے۔ اگر عرف نہ ہوں تو اگر اس شرط میں عاقدین یا کسی اجنبی یا خود مبیع کا کوئی نفع پایا جاتا ہو تو اس شرط کا طے کرنا ناجائز ہے اور اس کی وجہ سے عقدِ بیع فاسد ہو جائے گا اور اگر اس میں کسی کا کوئی نفع نہ ہو تو وہ شرط لغو ہو جائے گی اور عقدِ بیع درست ہو جائے گا۔

بیع کی تعلیق علی الشرط میں غرر (Uncertainty) کا پہلو پایا جاتا ہے، نیز عاقدین کی رضامندی، جو بیع کی صحت کے لیے ضروری ہے وہ بھی یقینی طور پر نہیں پائی جاتی، چنانچہ فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ بیع کی تعلیق علی الشرط جائز نہیں اور بیعِ معلّق منعقد نہیں ہو گی۔

ہر وہ عقد جس میں تملیک کا معنٰی پایا جائے اور فوری طور پر تملیک کرانا ممکن ہو اس کی اضافت جائز نہیں ہوتی اور بیع بھی اس قسم کا عقد ہے، چنانچہ فقہاء کرام کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ بیع کی بھی اضافت الی المستقبل درست نہیں اور بیع مضاف منعقد نہیں ہو گی۔

حوالہ جات و حواشی

[1] Al-Buqra 2: 188

[2] Al-Shami, Muhammad Amin bin Umar bin Abdul Aziz Aabideen, Radd ul Muhtar, Beirut, Dar ul fikr, Second Edition, 1412h, Vol:240, p.5

Pasha, Muhammad Qadri, Murshid ul Hairan, Bolaq, Almatbaat ul Kubra Alamiriah, Second Edition, 1308h, 36

Al-Zarqa, Mustafa Ahmad, Al-madkhal Al-fiqhi Al-aam, Damascus, Dar ul Qalam, First Edition, 1418h, Vol:1, p.571

[3] Murshid ul Hairan, 37

Radd ul Muhtar, 84/5

[4] Al-Surukhsi, Muhammad bin Ahmad Shams ul Aimah, Al-Mabsoot lil Surukhsi, Beirut, Dar ul Marifat, 1414h, Vol:13, p. 15

[5] Al-Kasani, Ala ud Din Abu bakr bin Masood bin Ahmad, Badai ul Sanai fi Terteeb Al- Sharai, Beirut, Dar ul Kutub Al-Ilmiyyah, Second Edition, 1406h, Vol:5, p.170

[6] Rad ul Muhtar, Vol:5, p.84

[7] Al-Zarqa, Mustafa Ahmad, Aqd ul bai, Damascus, Dar ul Qalam, Second Edition, 1433h, 38

[8] Al-Majaji, Muhammad Sukhal, Al-Muhazzab min Al-Fiqh Al-Maliki wa Adillatuhu, Aljazair, Dar ul Waai, First Edition, 1422h, Vol:2, p.204

[9] Al-Dardeer, Ahmad bin Muhammad Al-Advi Al-Maliki, Al-Sharh ul Al-Kabeer, Dar ul Fikr, Vol:3, p.65

[10] Al-Nawawi, Abu Zakariyya Muhyy ud Deen Yahya bin Sharf, Al-Majmoo Sharh ul Muhazzab, Dar ul Fikr, Vol:9, p.364

[11] Al-Bahuti, Mansur bin Younas bin Salah ul Deen, Kashaf ul Qina un Matn il Iqna, Beirut, Dar ul Kutub Alilmiyyah, Vol: 3, p.189

[12] Al-Tabrani, Suleman bin Ahmad bin Ayyub, Al-Moujam Al-Aousat, Cairo, Dar ul Harmain, Vol:4, p.335

[13] Badai ul Sanai fi Terteeb Al- Sharai, Vol:5, p.170

[14] Radd ul Muhtar, Vol:5, p.5

[15] Usmani, Muhammad Taqi, Fiqh ul Byoo al Al-Mazahib Al-Arbaah, Karachi, Maktaba Maarif ul Quran, 1436h, Vol:1, p.499
[16] Al-Nesaburi, Muslim bin Hajjaj Abu Al-Hasan Al-Qusheri, Sahih Muslim, Beirut, Dar Ihya Al-Turas Al-Arabi, Vol:3, p.221
[17] Al-Nisai, Abu Abd ul Rahman Ahmad bin Shoaib bin Ali Al-Khurasani, Sunan Al-Nisai, Halb, Maktab Al-Matbooat Al-Islamia, Second Edition, 1406h, Vol:7, p.288
[18] Al-Shebani, Abu AbdUllah, Ahmad bin Muhammad bin Hanbal, Musnad Al-Imam Ahmad bin Hanbal, Musssa tur Risala, First Edition, 1421h, Vol:23, p.150
[19] Usmani, Muhammad Taqi, Takmilah Fath ul Mulhim, Beirut, Dar Ihya Al-Turas Al-Arabi, First Edition, 1426h, Vol:1, p.587
Fiqh ul Byoo al Al-Mazahib Al-Arbaah, Vol: 1, p.496
[20] Ibn Nujaim, Zain ul Deen bin Ibrahim bin Muhammad, Al-Bahr ul Raiq, Dar ul Kitab Al-Islami, Second Edition, Vol:5, p.325
[21] Al-Hajj 22: 78
[22] Fiqh ul Byoo al Al-Mazahib Al-Arbaah, Vol: 1, p.478
[23] Al-Mosua tul Fiqhiyya Al-Kuwaitiyya, Wizarat ul Aouqaf, Vol:12, p.316
[24] Lujna tul Ulama, Al-Fatawa Al-Hindiyyah, Dar ul Fikr, Second Edition, 1310h, Vol:4, p.396
[25] Kashaf ul Qina un Matn il Iqna, Vol:3, p.194
[26] Al-Qarafi, Abu Al-Abbas Shihab ul Deen Ahmad bin Idrees, Anwar ul Burooq fi Anwa Al-Furooq, Aalam Al-Kutub, Vol:1, p.229
[27] Al-Zarakshi, Abu AbdUllah Bad ud Deen Muhammad bin AbdUllah bin Bahadar, Al-Mansoor fi Al-Qawaid Al-Fiqhiyyah, Wizarat ul Aouqaf, Second Edition, 1405h, Vol:1, p.377
Al-Zaylai, Usman bin Ali bin Mihjan Al-Barai, Tabeen ul Haqaiq, Cairo, Almatbaat ul Kubra Alamiriah, First Edition, 1313h, Vol:5, p.149
[28] Radd ul Muhtar, 257/5
[29] Al-Mosua tul Fiqhiyya Al-Kuwaitiyya, Vol:5, p.71
[30] Tabeen ul Haqaiq, Vol:5, p.148
[31] Al-Maqdasi, AbduRRahman bin Muhammad bin Ahmad bin Qudama Al-Jamaili, Al-Sharh ul Al-Kabeer ala Matn Al-Muqnai, Dar Al-Kitab Al-Arabi, vol:4, p.58